International Research Journal of Religious Studies, Vol.:4, Issue: 01,Jan-June, 2024PP: 103-126

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

مقاصدِ شریعت اور مروجہ تکافل

Objectives of Shariah and Prevalent Takaful

Prof. Dr. Mohyuddin Hashmi
Dean Department of Arabic & Islamic Studies,Allama Iqbal Oupen University Islamabad.
Email: *mohyuddin.hashmi@aiou.edu.pk*

Shakeel Ahmed
PhD Scholar, Allama Iqbal Oupen University Islamabad.
Email: *shakilahmed256.sa@gmail.com*

Abstract

Allah Almighty granted through Hazrat Muhammad(□) humanity the rules related to society and economy, halaal and haraam, politics, justice and morality for the attainment of lasting prosperity and prosperity. This Shari'ah is a beautiful combination of comprehensiveness, perfection, and universality, which is the guarantor of prosperity for humanity till the Day of Judgment. Along with the rules of Shari'ah, Allah Almighty and the Beloved of God/ Prophet have made humanity prosperous with the benefits, advantages, and benefits of these issues. Knowing these purposes of Shari'ah makes it easier to follow them and the acts of worship are performed as the right of Allah Almighty. The aims of Shari'ah have been made one of the conditions of Ijtihad. The basic philosophy of financial acts of worship (Zakat, Ushr, Sadaqah, Atiyah) is to benefit the weaker members of society and alleviate their misery through the spirit of benevolence and compassion. The prevailing Takaful, which is based on the Qur'an and Hadith, teaches mutual sympathy, cooperation, and support (moral and financial support) in case of difficult situations and accidents of the members of the society, keeping in view the cooperation of Al-Barr and Taqwa.

KeyWords: *Rules of Shari'ah,Takaful,Zakat, Ushr,Ejtihad,Philosophy Justice,Al-Barr, and Taqwa.*

موضوع کا تعارف:

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و کامیابی کے مدارج طے کرنے کے لیے دین اسلام اور شریعتِ محمدیہ ﷺ سے نوازا۔ رحمت عالم ﷺ کے وسیلہ سے انسانیت کو زندگی کے سفر میں رب ذوالجلال کی اطاعت و فرمانبرداری اپنانے کے لیے قوانین کا ایسا جامع و منظم مجموعہ عنایت فرمایا، جو کہ ہر زمانہ و علاقہ اور ہر قسم کے حالات میں اپنے مکلفین کے لیے دائمی فلاح و کامرانی کا سرچشمہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَ بُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ"[۱]

یعنی سیاست، معاشرت، معیشت، قانون واخلاق، حلال و حرام، بین الاقوامی تعلقات الغرض مومن کی زندگی سے متعلقہ تمام امور کو قرآن پاک نے بیان کر دیا ہے، نیز دنیا و آخرت میں انسان کی ہدایت و ضلالت اور فلاح و خسارہ کا انحصار انہی احکام و مسائل پر ہے۔ قرآن کریم کے مجمل و مختصر امور کی وضاحت و تفصیل کے لیے سنتِ رسول ﷺ کی جانب متوجہ ہونے کا حکم بھی مذکورہ بالا آیت میں دیا گیا ہے۔ امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"أنَّ فِيهِ الْبَيَانَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْأَحْكَامِ، وَالْإِحَالَةُ فِيمَا بَقِيَ مِنْهَا عَلَى السُّنَّةِ، وَأَمَرَهُمْ بِاتِّبَاعِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَأْتِي بِهِ مِنَ الْأَحْكَامِ، وَطَاعَتِهِ كَمَا فِي الْآيَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ الدَّالَّةِ عَلَى ذَلِكَ، وَقَدْ صَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ ومثله معه»"[۲]

(''قرآن کریم'' میں احکام سے متعلقہ کثیر مسائل بیان کیے ہیں، اور بقیہ میں سنت پر انحصار کیا ہے اور ہمیں حکم دیا کہ جو احکام آپ ﷺ کے ذریعے معلوم ہو، اُن میں رسول کریم ﷺ کی اتباع و اطاعت کی جائے، جیسا کہ اس بات پر قرآنی آیت دلالت کرتی ہے اور نبی کریم ﷺ سے بھی صراحت مذکور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن اور اُس کے مثل عطا کیا گیا۔'')

جس طرح سرورِ کونین ﷺ کی ذات اقدس تمام انسانوں میں اعلیٰ وارفع ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے توسط سے انسانیت کو عطا کی جانے والی شریعت بھی عالمگیریت، کاملیت اور جامعیت کا حسین گلدستہ ہے، جو زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہو کر اپنی وسعت، ہمہ گیری اور اعتدال و توازن کے ساتھ خود میں لچک لیے ہوئے ہے۔

لہذا وہ احکام و مسائل جن کی واضح صراحت کتاب اللہ و سنتِ رسول ﷺ میں مذکور نہیں، اُن کے حل میں فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں لوگوں کے احوال و مصالح کی رعایت کرتے ہوئے علما و مفکرین کی ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنی خداداد فہم و فراست اور فکری سوجھ بوجھ کو بروئے کار لاتے ہوئے شریعت کے قواعد و ضوابط اور اصول و کلیات کی روشنی میں انسانیت کے مصالح کو پورا کریں۔ انسانی مصالح، منفعت اور مفاد عامہ کے پیشِ نظر عصر حاضر کے تناظر میں مروجہ تکافل کی حقیقت کا مقاصدِ شریعت کر روشنی میں جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو کہ مروجہ تکافل کی افادیت اور اہمیت کو سمجھنے میں معین و معاون ثابت ہو گا۔

مقاصد شریعت کا مفہوم:

مقاصد جمع ہے ''مقصِد'' بکسر صاد کی۔ اس کا مادہ ''ق ص د'' ہے، جس کے معنی راستہ کا درست ہونا، افراط و تفریط نہ کرنا یعنی معتدل رہنا، اعتماد، ارادہ کرنا، عدل اور منزل وغیرہ کے آتے ہیں۔ ابن منظور افریقی لفظ ''القصد'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"قصد: الْقَصْدُ: اسْتِقَامَةُ الطَّرِيقِ. --- والقَصْدُ: العَدْل --- وَفِي الْحَدِيثِ: القَصدَ القصدَ تَبْلُغُوا أَي عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ مِنَ الأَمور فِي الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ"[3]

یعنی ''ق ص د'' کا مفہوم کسی چیز کے مصمم ارادہ کرنے، مستعدی، توجہ دینے اور قصد کرنے کے مقام پر دلالت کرتا ہے۔

احمد الریسونی لفظ ''المقصد'' کے لغوی مفہوم کی حقیقت/مدعیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المقصود، أو المقصد: هو ما تتعلق به نيتنا وتتجه إليه إرادتنا، عند القول او الفعل"[٤]

(مقصود یا مقصد یہ ہماری نیت سے تعلق رکھتے ہیں اور قول یا فعل میں ہمارے ارادے پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔)

یعنی بات کرنے میں یا کسی کام کو انجام دینے میں درست نیت کے ساتھ اسے انتہا تک پہنچانے کا نام مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ الدکتور طہ عبد الرحمن نے لفظ ''قصد'' کی وضاحت کے دوران اس کو تین معنی میں مشترک قرار دیا۔ اُن کے نزدیک یہ لفظ ''فائدہ مند، نیت کی درستی اور لہو ولعب سے پاک اچھی غرض اور حکمت وغیرہ'' جیسے اہم امور میں استعمال ہوتا ہے۔[5]

یعنی قول وفعل کی درست نیت، کام میں مستعدی، افراط و تفریط کی درمیانی راہ اور عدل پر چلتے ہوئے منزل تک پہنچنا جیسے معنی میں ''المقصد'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

شریعت کا لفظ ''شرع'' سے نکلا (ماخوذ) ہے، جس کے معنی لغت میں ''صراط مستقیم، دین، ملت، المنہاج، پانی پینے کے مقام، کشادہ راستہ اور گمان وغیرہ'' کے آتے ہیں۔ الجوھری ''شرع'' کے معنی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الشَريعَةُ: مَشْرَعَةُ الماءِ، وهو موردُ الشاربةِ. والشَرِيعَةُ: ما شَرَعَ الله لعباده من الدين. وقد شَرَعَ لهم يَشْرَعُ شَرْعاً، أي سن. والشارع: الطريق الاعظم. "[٦]

(الشریعۃ سے مراد پانی کا گھاٹ یعنی پانی والے کے کا ذریعہ ہے اور (اس کے علاوہ) الشریعۃ سے مراد وہ دین/ قانون جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے لیے مقرر فرمائے، تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ اور الشارع واضح اور روشن راستے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔)

یہ لفظ حدیث مبارکہ میں متعدد معنی میں مستعمل ہے، ابن الاثیر نے لفظ ''شرع'' کے ذیل میں اس کا معنی ملت، دین ذکر کیا ہے، نیز انہوں نے شریعہ کے معنی ''بہتے پانی پر اونٹوں کا پانی پینے کے لیے آنے'' ذکر کیا ہے۔[7] امام راغب الاصفہانی ''الشریعۃ'' کو شریعۃ الماء کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال بعضهم: سمّيت الشَّرِيعَةُ شَرِيعَةً تشبيها بشريعة الماء من حيث إنّ من شرع فيها على الحقيقة المصدوقة روي وتطهّر"٨

(بعض محققین کے مطابق: شریعت کو شریعت الماء کے ساتھ تشبیہ دینے اور شریعت نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں احکام منقح کرکے درست انداز اور حقیقت کے عین مطابق مشروع کیے گے ہیں۔)

الغرض لغت میں ''الشریعۃ'' شرع کا مصدر ہے، جس کا معنی واضح راستہ، دین وملت، پانی پینے کی جگہ کے ہیں، جب کہ شریعہ سے مراد پانی پینے کا مقام ہے۔ مذہبی قوانین / قانون الہیٰ کو بھی شریعت کہا جاتا ہے کیوں کہ جس طرح جائے مشروبہ کی جانب ہر کوئی متوجہ ہوتا ہے، اسی طرح قانون الہیٰ کی جانب بھی ہر کوئی توجہ دیتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

متقدمین نے مقاصد شریعت کی واضح، مخصوص یا متعین تعریف بیان نہیں کی، باوجود اس کے کہ متقدمین اصولیین اور فقہائے کرام نے اجتہاد کے بارے میں سیر حاصل بحثیں فرمائی ہیں، اور ہر بات کو منقح و مصفح فرمایا ہے، چنانچہ ان حضرات نے مقاصدِ شریعت کی تقسیم، افادیت، مترادفات، اس کے اطلاق، اس کے لیے مستعمل الفاظ اور زمانہ کے تغیر کی وجہ سے اس کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے، امام شاطبیؒ نے ''الموافقات'' میں مقاصدِ شریعت پر عمدہ بحث کی، لیکن انہوں نے بھی مقاصدِ شریعت کی اصطلاحی تعریف ذکر نہیں کی، جیسے الشیخ نور الدین الخادمی نے وضاحت کی ہے:

" لم يوجد عند العلماء الأوائل تعريف واضح أو محدد أو دقيق لمقاصد الشريعة، --- وذكروا بعض الحكم والإسرار والعلل المتصلة بأحكامها وأدلتها "٩

(ابتدائی علماء کے پاس شریعت کے مقاصد کی واضح ، مخصوص یا قطعی تعریف نہیں تھی بلکہ اُن سے الفاظ اور جملے ملتے ہیں--- انہوں نے اس کے احکام اور شواہد سے متعلق کچھ احکام ، راز اور وجوہات کا ذکر کیا---)

البتہ دور جدید کے محققین نے جہاں انسانی حیات کو درپیش مسائل کے حل میں نصوص و قواعد شریعہ کی روشنی میں فقہی اجتہاد کی جانب توجہ دی، وہیں مقاصد شریعہ کی تعریف، اصطلاحات اور اس کی مختلف انواع پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ ''علم المقاصد الشریعۃ'' کی تعریف بیان کرتے ہوئے شیخ محمد طاہر ابن عاشور، جو ابن عاشور کے نام سے معروف ہیں، فرماتے ہیں:

"مقاصد الشريعة العامة هی المعانی و الحکم الملحوظة للشارع فی جميع أحوال التشريع و معظمها بحيث لا تخبص ملاحظتها بالكون فی نوع خاص من أحكام الشريعة"١٠

(یعنی وہ معانی ومطالب اور حکمتیں جو تمام شریعت اسلامی یا اکثر شریعت کے حالات میں شارع کے پیش نظر رہیں۔)

اسی طرح استاذ شیخ علال فاسیؒ مقاصدِ شریعت کی تعریف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المراد بمقاصد الشريعة الغاية منها ، والإسرار التى رمى اليها الشارع الحكيم عند تقريره كل حكم من أحكامها" ۱۱

(مقاصد شریعت سے مراد اور ان سے مقصود وہ اسرار و حکم ہیں کہ شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کے اثبات کے وقت مدبر اور حکیم شارع نے ان کی طرف اشارہ کیا ہو (ان تک پہنچے ہوں)

مقاصدِ شریعت کے مفہوم کی وضاحت میں الشیخ احمد الریسونی رقم طراز ہیں:

"مقاصد الشريعة؛ هى المعانى و الغايات و الأثار والنتائج، التى يتعلق بها الخطاب الشرعى و التكليف الشرعى، و يريد من المكلفين السعى والوصول اليها" ۱۲

(مقاصدِ شریعت سے مراد وہ ثمرات، اثرات اور نتائج ہیں جن سے اسلامی مباحث اور شرعی احکام کا تعلق ہے اور مکلفین پر ان کی تلاش اور ان کو حاصل کرنے کی کوشش ضروری ہے۔)

اب تعریفات سے معلوم ہوا کہ نصوص سے مقصودِ اصلی احکام ہیں۔ مقاصد شریعت سے مراد اسرار، معانی اور حکمتیں ہیں، نیز انہی حکمتوں کو تمام احوال یا اکثر احوال میں پیش نظر رکھا گیا ہے اور شارع کا ہر حکم حکمت و اسرار سے خالی نہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ اور نبی رحمت ﷺ نے انسانیت کو جن احکام کا مکلف بنایا وہ حکمت و اسرار سے پُر ہیں، احکام کے حصول میں سعی/کوشش کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور انہی نصوص (احکام) کے پوشیدہ اسرار و رموز اور حکمتوں کو جاننے کے بعد نئے معاشرتی و سماجی، معاشی و معاملاتی اور سیاسی مسائل کا حل فقہائے کرام مقاصدِ شریعت کی روشنی میں ذکر کرتے ہیں۔

مقاصدِ شریعت کا مقصد اور اہمیت:

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کے احکام پر سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ اوامر کو بجا لایا جائے اور نواہی سے اجتناب کیا جائے۔ رب کائنات نے اِن شرعی احکام اور حدود و قیودات میں اپنے بندوں کے لیے جو فوائد و ثمرات رکھے ہیں، در حقیقت وہی مقاصدِ شرعیہ ہیں۔ اہل علم کے مطابق مقاصدِ شریعت کے دو بنیادی فوائد ہیں:

(۱) دینی اور دنیوی منافع اور مصالح کا حصول۔ (۲) دینی اور دنیوی نقصانات اور فسادات کا دفعیہ"[13]

بحیثیت مسلمان ہر ایک پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب حضرت محمد ﷺ انسانیت کو کسی بات کا حکم دیں، تو اُس پر فقط عمل کرنا واجب ہے، چاہے اُس کی حکمت، علت یا مصلحت معلوم ہو یا نہ ہو، البتہ کسی حکم کی مصلحت و علت کا علم ایمان کی پختگی اور اطمینان اور سکونِ قلب کا باعث بنتا ہے۔

نیز اہل علم ان مقاصد، مصالح اور علل کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانیت کو در پیش نئے مسائل اور چیلنجز کا حل اللہ تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں سعی کرتے ہیں، اس لیے مقاصدِ شریعت کی منفعت اور ضرورت پر کلام دو طرح سے کی جا سکتی ہے۔

عام مسلمانوں کے اعتبار سے مقاصدِ شریعت کی اہمیت:

ایک عام مسلمان کو مقاصد شریعت کے حصول سے جو فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر ایمان کی زیادتی اور دل میں عقیدہ اسلام کے راسخ ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

۲۔ مقاصد کی معرفت سے مسلمانوں کو فکری، نظریاتی، اعتقادی اعتبار سے احکام شریعہ کی بہترین معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جو اطمینانی قلبی اور شریعت کی خوبیوں کو جاننے کا ذریعہ بننے کے ساتھ عام مسلمانوں کو افتراو انتشار، ظلمت و تاریکی اور گمراہ کن نظریات اور دین سے متعلق باطل شبہات سے بچانے کا محرک بنتے ہیں۔" [14]

۳۔ مقاصد کی معرفت سے عام مسلمان کو شرعی حکم سے متعلق شارع کی حکمت اور مقصد اصلی کی بابت معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کر دیتے ہیں۔

۴۔ مقاصد کی معرفت کے بعد عام مسلمان عبادات اور نیک امور صرف اللہ تعالیٰ کا حق سمجھتے ہوئے بجالاتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی عبادت کے لائق ہے، جس نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے۔" وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "۱۵ (اور میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔) یعنی انسان کی پیدائش کا مقصدِ اصلی اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے، جس کا نفع انسان کو ہی ملے گا۔ زندگی کے تمام معاملات میں رب کی بندگی، اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا، صرف عبادات میں بندگی کافی نہیں، بلکہ ہر فعل و عمل سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی رقم طراز ہیں:

"عبادت۔ سے یہاں مراد فقہ کی کتاب العبادات والی عبادت پنجگانہ مراد نہیں۔ بلکہ اپنے وسیع و عام مفہوم میں طلب رضاء الٰہی کے مرادف مراد ہے۔۔۔ ان (جن وانس) کی اپنی تکمیل ذات کے لئے یہ لازمی ہے کہ یہ جو کچھ بھی کریں عبادت ہی کی راہ سے کریں، کھائیں پئیں، بولیں چالیں، چلیں، پھریں، کمائیں، خرچ کریں، ہر فعل ہر عمل سے مقصود اصلی رضاء الٰہی کا حصول ہی رکھیں۔۔۔" [16]

۵۔ ایک عام مسلمان بحیثیت داعی شرعی احکام کے فوائد کو سامنے رکھے، اِن شرعی احکام کے دنیاوی فوائد اور اُخروی ثمرات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دین کی تبلیغ کرے اور رب کائنات کے احکام کو پس پشت ڈالنے اور نظرانداز کرنے کی صورت میں دنیا اور آخرت کے جن نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ [17]

مجتہد کے اعتبار سے مقاصدِ شریعت کی اہمیت:

ایک فقیہ اور مجتہد کے لیے صرف مقاصد شریعت کا جان لینا کافی نہیں، بلکہ اجتہاد کے لیے جن چیزوں کو شرط قرار دیا گیا، اُن پر کامل دسترس ہونا ضروری ہے، اسی طرح شریعت کے مقاصد کی درست حقیقت اور فہم پر ملکہ بھی ہونا چاہیے، تاکہ ان کی روشنی میں مسائل جدیدہ کی حقیقت معلوم کر سکے۔ امام شافعیؒ، الجوینیؒ، امام غزالیؒ اور دیگر اصولیین نے مجتہد کے لیے بیان شدہ شرائط میں " مقاصدِ شریعت کی تتبع کو بھی لازمی" قرار دیا ہے، جیسے تقی الدین السبکیؒ نے مجتہد کی بابت ذکر کیا۔

"الممارسة والتبع لمقاصد الشريعة ما يكسبه قوة يفهم منها مراد الشرع من ذلك وما يناسب أن يكون حكما له في ذلك المحل"[18]

(مقاصد شریعۃ کے حصول کے لیے عملی مشق اور کاوش لازم ہے، جس کے ذریعے ایسی قوت حاصل ہوتی جو احکام میں شارع کی مراد کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے اور اُس کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کی مناسبت سے کون سا حکم ہونا ضروری ہے۔)

یعنی مجتہد پر شریعت کے احکام کی حقیقی منشا اور مطلب کو جاننے کے لیے سعی اور کوشش کرنا لازم ہے،تاکہ وہ جدید مسائل کے حل میں شریعت کے مقاصد کو بھی ملحوظ رکھ سکے۔

امام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر "مجموعہ الفتاوی، ج۱۵" میں نہایت مفصل کلام کیا اور مقاصدِ شریعت کے علم کو دین کی اصل، بنیاد اور جڑ قرار دینے کے ساتھ اجتہاد میں کمال حاصل کرنے کے لیے مقاصدِ شریعت کے علم کو شرط قرار دیا ہے۔ یوسف احمد محمد البدوی امام ابن تیمیہؒ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اس کے خلاصہ میں لکھتے ہیں:

"ویؤخذ من قول ابن تیمیة هذا ما یلی: ۱۔ أن العلم بالکتاب والسنة لفظا ومعنی فرض علی الکفایة۔ ۲۔ أن ذلک أسبق و أوکد وأهم من الجهاد۔۔۔ ۶۔ أن علم مقاصد الشریعة شرط لبلوغ درجة الاجتهاد والإمامة فی الدین"۱۹

(امام ابن تیمیہؒ کے قول سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ۱۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے الفاظ و معانی کا علم فرض کفایہ ہے۔ ۲۔ یہ علم جہاد سے زیادہ مقدم، مؤکد اور اہمیت کا حامل ہے۔ ۳۔ علم مقاصد شریعہ کا دوسرا نام احکام کی منشا جاننا ہے، جو کہ دین کی اصل، بنیاد اہم ستون اور سربراہ کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔ ۶۔ مقاصد شریعت کا علم درجہ اجتہاد تک پہنچنے اور دین احکام میں سربراہی کرنے کے لیے شرط اور ضروری ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ امام شاطبیؒ کی بیان شدہ مجتہد کی صفات میں ایک مقاصد شریعت کا فہم ہے۔(اجتہاد مقام حاصل کرنے کی دو صفات میں سے ایک مقاصد شریعت کا تمام و کمال فہم ہے۔)[20]

الغرض مجتہد کے لیے صرف شرعی احکام کے مقاصد کا صرف جان لینا کافی نہیں، بلکہ جدید مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے شریعت کے احکام کی علتوں، حکمتوں اور مصالح وغیرہ پر مکمل فہم ہونا لازم ہے، نیز مجتہد پر درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے لیے مقاصد شریعت کے علم کو شرط قرار دیا گیا ہے۔

مقاصدِ شریعت کی اقسام:

سوچ اور فکر اور فکری تامل کی بنیاد اور نظریات مختلفہ کے باعث مقاصدِ شریعت کی متعدد اقسام ذکر کی گئی ہیں۔ جس کی مختصر درج ذیل ہے:

اً۔ مصدر و منبع کے اعتبار سے:

مقاصدِ شریعت کی اس تقسیم کا تعلق آقا و غلام کی طرح ہے، یعنی ہر شرعی حکم شارع کے اعتبار سے کوئی مقصد رکھتا ہو گا اور مشروع لہ (مکلف) کے اعتبار سے اُس حکم کے اہداف کا حصول مقصود اصلی ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

i۔ مقاصد الشارع:

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی حکموں اور منہیات سے اُن اوصاف حمیدہ اور اچھی خصلتوں کو حاصل کرنا ہے، جن قاصد کے حصول کے لیے احکام کو مشروع کیا گیا ہے۔ شاطبیؒ نے ''مقاصد الشارع'' کی تعریف میں [21] اس کی چار جہات /اقسام کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ **قصد الشارع فی وضع الشریعۃ ابتداءً** (یعنی شریعت کے قوانین کے قیام میں لوگوں کے مصالح کو مد نظر رکھا۔)

۲۔ **قصد الشارع فی وضع الشریعۃ للافہام** (یعنی شرعی قوانین کے قیام کا مقصد، انہیں مکلفین کے لیے قابلِ فہم بنانا)

۳۔ **قصد الشارع فی وضع الشریعۃ للتکلیف بمقتضاھا** (یعنی احکام کی مشروعیت میں شارع نے مکلفین کی طاقت واستعداد کو ملحوظ رکھا ہے۔)

۴۔ **قصد الشارع فی دخول المکلف تحت علم الشریعۃ** (یعنی مکلف کو حکم شریعت کے تحت داخل کرنے)

ii۔ مقاصد المکلف:

مکلف اپنے ارادے سے خیر یا شر، نیکی و بدی، اخلاص وریاکاری اور درست و فاسد نیت کے ساتھ جس مقصد کے حصول کے لیے عملی کاوش کرے، اسے مقاصد المکلف کہتے ہیں۔ یوسف احمد البدوی کے مطابق ''اس مراد وہ مقاصد ہیں جن کا مکلف اپنے اعمال، عقائد، قول و فعل سے ارادہ کرتا ہے۔ انہی کی وجہ سے درست نیت، برے ارادے اور عبادت وعادت میں فرق کیا جاتا ہے۔''[22]

۲۔ **<u>وقت اور زمان کے اعتبار سے</u>:** مقاصد کی دو قسمیں ہیں۔

i۔ مقاصد اُخروی:

مصالح و مقاصد کے حصول کا اولاً وحقیقتاً تعلق آخرت کے فوائد کا حصول ہو، چاہے اِس ضمن میں اور فوائد بھی حاصل ہو جائیں۔ جمال الدین الاسنوی ''اُخروی مقاصد'' کی وضاحت میں رقم طراز ہیں:

"وأما الأخروی فهو المعالی المذکورة فی علم الحکمة فی باب تزکیة النفس "۲۳

(بہر حال علم حکمت بالخصوص تزکیہ نفس کے باب میں اس کے بہت اعلیٰ فضائل ہیں،۔۔)

ii۔ مقاصد دنیوی:

حکم الٰہی کی مصلحت جاننے کے بعد اِن مقاصد کی روشنی میں دنیا کے کسی فائدہ کو حاصل کرنا اور نقصان سے بچنے کا نام ہے، جیسے احمد الشنقیطیؒ ''دنیوی مقاصد'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"الدنیوی هو ما یجلب للإنسان نفعاً، أو یدفع عنه ضرراً "24

(دنیاوی مقاصد وہ ہے، جس سے انسان کو کوئی فائدہ پہنچے، یا اس سے کوئی نقصان دور ہو، ان میں ہر ایک کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے۔۔۔)

یعنی شرعی حکم ماننے میں اُخروی فائدہ کے ساتھ دنیوی منفعت بھی حاصل ہوتی ہے، جیسے چور سے اجتناب پر مال کی حفاظت ہوتی ہے اور زنا جیسے فعل قبیح سے دور رہ کر انسان اپنی جان کو محفوظ کرتا ہے۔ مال وجان کا تعلق انسان کی دنیوی منفعت کے ساتھ ہے۔

۳۔انسان کی حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے: مقاصدِ شریعت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ضروریات ۲۔حاجات ۳۔تحسینیات

۱۔ضروریات:

یہ وہ ہیں جو کلیات خمسہ (۱۔دین، ۲۔نفس، ۳۔عقل، ۴۔نسل اور ۵۔مال) کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں، یہ کلیات ایسی ہیں جن پر انسان کا اپنی اصلی پوزیشن میں قیام وبقا موقوف ہے، اور پھر اس کے واسطہ سے مصالح معاشرہ کے وجود کے لئے بھی وہ ناگزیر ہیں۔ امام غزالی "ضروریات" کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"نَعْنِي بِالْمَصْلَحَةِ الْمُحَافَظَةَ عَلَى مَقْصُودِ الشَّرْعِ وَمَقْصُودُ الشَّرْعِ مِنَ الْخَلْقِ خَمْسَةٌ: وَهُوَ أَنْ يَحْفَظَ عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَنَفْسَهُمْ وَعَقْلَهُمْ وَنَسْلَهُمْ وَمَالَهُمْ، فَكُلُّ مَا يَتَضَمَّنُ حِفْظَ هَذِهِ الْأُصُولِ الْخَمْسَةِ فَهُوَ مَصْلَحَةٌ، وَكُلُّ مَا يُفَوِّتُ هَذِهِ الْأُصُولَ فَهُوَ مَفْسَدَةٌ وَدَفْعُهَا مَصْلَحَةٌ."۲۵

مصلحت سے ہماری مراد اسلام کے مقاصد کی حفاظت ہے اور انسانی تخلیق کے اعتبار سے شرعی مقاصد پانچ چیزوں کے تحفظ کا نام ہے اور وہ دین ومذہب، نفس وجان، فکری بصیرت، نسل اور مال کا تحفظ ہے۔ اور ہر وہ چیز جو ان پانچ اصول کی حفاظت سے متعلقہ ہوگی اسے مصلحت کہا جائے گا۔)

یعنی اِن پانچ چیزوں اور ان کے متعلقات کی حفاظت اور احترام کو فرض منصبی قرار دیا گیا اور اِن کے لیے قوانین بنائے گئے، جیسے ذیل کی مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

i. عبادات کو دین کی حفاظت کے لیے مقرر کیا گیا، ان کے بغیر دین کی تشکیل وتکمیل ناممکن ہے، جیسے جہاد کو دین کی کوہان قرار دیا گیا ہے۔

ii. نفس کی عزت وحرمت کی وجہ سے قصاص کا نظام رائج کیا گیا۔

iii. عقل کی حفاظت کی خاطر تمام قسم کی نشہ آور اشیاء کو ممنوع قرار دیا گیا اور غلطی کا مرتکب ہونے کی صورت میں سزا مقرر فرمائی۔

iv. تحفظِ نسل کی وجہ سے نکاح کا حکم دیا اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر قسم کے ناجائز ذرائع سے بچنے کا حکم دیا، نیز اس فعل شنیع کے مرتکب کے لیے سزا مقرر کی گئی۔

v. مال کی حفاظت کی خاطر ہر قسم کے ناجائز ذرائع آمدن کو حرام قرار دیا گیا، جیسے چوری، ڈاکہ، دھوکہ دہی وغیرہ۔

پھر ضروریات کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ضروریہ اصلیہ: جو ضروریات خمسہ کے مقصد کی حفاظت سے ملا ہوا ہو، بالفاظ دیگر اوپر بیان شدہ ''ضروریات'' کی وضاحت ہی ''ضرورت اصلیہ'' ہے۔

۲۔مکملات وتتمات ضروریہ:

یہ مصالح ومقاصد ضروریہ کو وجود لانے اور اُن کی مکمل حفاظت میں معاون ومددگار ثابت ہوتی ہیں، جیسے ضرض نماز کی تکمیل کے لیے اذان اور باجماعت نماز پڑھنے کا حکم، زنا سے بچنے کے لیے اجنبی عورت سے تنہائی میں ملنے کی ممانعت اور عورت کو بغیر محرم سفر کرنے سے روکنا۔(یہ زنا کے سبب بن سکتے ہیں، اس لیے اِن کو ممنوع قرار دیا۔)

ii۔حاجات:

ان کے ذریعے زندگی خوشگوار بنتی ہے، تکالیف دور ہوتی ہیں، یہ زندگی کی تاریکیوں کو دور کرنے کا سبب ہے۔انہی کی وجہ سے زندگی کی پرخطر راہوں پر قابو پاکر حقیقی تمدنی زندگی حاصل ہوتی ہے۔(یعنی مدنیت صالحہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں علامہ شاطبیؒ کی ''الموافقات''[26]

یہ مصالح ومقاصد کے حصول میں اور مشقتوں کو دور کرنے میں معین ہے، جیسے عبادات میں: ''شدت مرض کی وجہ سے مریض کو نماز ادا کرنے میں تخفیف کا ہونا''؛ خرید وفروخت میں: ''شرکت بٹائی اور کرایہ کے احکام''؛اسی طرح ''مہر، طلاق، کفارہ وغیرہ'' سے متعلق احکام، یہ منفعت کو حاصل کرنے اور تکالیف ومفاسد کو دور کرنے میں معاون ہیں۔

ضروریات کی طرح ''حاجات'' کی بھی دو قسمیں ہیں:

ا۔ حاجیہ اصلیہ: حاجات سے مراد ''حاجیہ اصلیہ'' ہے۔یعنی اس کی وضاحت وہی ہے، جو ''حاجات'' میں بیان کی گئی ہے۔

۲۔مکملات وتتمات حاجیہ:

لوگوں کی مشقت اور تنگی دور کرنے کی غرض سے معاملات پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بعض اوقات جائز شرطوں کی اجازت دینا وغیرہ اور لوگوں کو جھگڑے سے بچانے کے لیے معاملات، عادات اور جنایات وغیرہ میں ایسے اقدام کرنا درست ہے، جیسے

- قتل کی صورت میں عاقلہ (قاتل کی برادری) پر دیت کا بار ڈالا گیا اور اس تکمیل کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ یہ دیت قسطوں میں ادا کی جائے۔ یہ قسطیں ان لوگوں کے ذمہ ہوتی ہیں جو ان قسطوں کو ادا کر سکتے ہوں اور یہ ادائیگی ایسی قسطوں میں ہو جن کا ادا کرنا ان کے لئے آسان ہو۔

iii۔ **تحسینیات:**

جن چیزوں پر انسانی زندگی کا قیام وبقا موقوف نہ ہو، بلکہ وہ شرافت، مقام ومرتبہ اور عظمت کا ذریعہ بنیں، جیسے اچھی عادات، معاشی ومعاشرتی زندگی میں اعتدال وتوازن، آداب واخلاق وغیرہ۔ ابوالحسن الآمدی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا إِنْ كَانَ الْمَقْصُودُ لَيْسَ مِنْ قَبِيلِ الْحَاجَاتِ الزَّائِدَةِ، فَهُوَ الْقِسْمُ الثَّالِثُ، وَهُوَ مَا يَقَعُ مَوْقِعَ التَّحْسِينِ وَالتَّزْيِينِ وَرِعَايَةِ أَحْسَنِ الْمَنَاهِجِ فِي الْعَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ، "۲۷

(بہر حال اگر مقصود ومطلوب حاجات زائدہ کی قبیل میں سے نہ ہو تو یہ تیسری قسم ہے، جو کہ عادات ومعاملات میں اچھی انداز کی رعایت کرنے اور تحسین وتزئین کو اپنے کا نام ہے۔۔۔)

یعنی اُن اچھی عادات وصفات کو اپنانے کا حکم دیا گیا، جس سے انسانی قدر ومنزلت میں اضافہ ہو اور اِن کے حصول میں رکاوٹ بننے والی یا اثر انداز ہونے والی اشیاء پر پابندی لگائی گئی ہے، جیسے حرام مال کے علاوہ گندی اور ناپاک چیزوں کے استعمال کی ممانعت اسی وجہ سے ہے، تاکہ اس قسم کے مصالح اور فوائد حاصل ہوں اور مضمرات دور ہو سکیں۔

تحسینات کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تحسینیہ اصلیہ: مذکورہ بالا تحسینیات کی بیان شدہ تفصیل سے مراد "تحسینیہ اصلیہ" ہی ہے۔

۲۔ مکملات وتتمات تحسینیہ:

نفلی صدقات کا حکم تحسینیات میں دیا گیا ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے مال خرچ کرنے میں میانہ روی کی تاکید کی گئی، تاکہ آدمی اپنا سارا مال خرچ کر کے دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا پھرے۔ یہ "تحسینیات کے مکملات" میں سے ہے۔

تکملات کے موضوع کی اقسام کا ایک دوسرے سے تعلق بیان کرتے ہوئے محمد باقر خاکوانی لکھتے ہیں:

"کہ حاجیات کو ضروریات کی تکمیل کرنے والے مصالح سمجھا جاتا ہے اور تحسینیات کو حاجیات کی تکمیل کرنے والی مصالح خیال کیا جاتا ہے۔"[28]

اس طرح تحسینیات کو ادا کرنے کی صورت میں حاجیات کی تکمیل ہونا شروع ہو جائے گی اور حاجیات کو پورا کرنے کی صورت میں ضروریات کی تکمیل ہونا شروع ہو جائے گی۔

انسانی حاجت وضرورت کے اعتبار سے اگرچہ مقاصدِ شریعت کی تین قسمیں ہیں، لیکن کچھ ضرورتیں اور مصلحتیں ان میں سے ہر ایک تکمیل کرنے والی ہیں، اس طرح یہ کل چھ قسمیں بن جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ شریعت کے عمومی تعلق اور خصائص کے اعتبار سے مقاصد شریعت عمومی (جن کا تعلق مکمل شریعت یا غالب و اکثر احکام میں ہے۔)[29]، خصوصی (جن مقاصد کا تعلق کسی خصوصی باب سے ہو۔)[30] اور جزئیات (جو حکم شرعی سے شارع کو مطلوب و مقصود ہو۔)[31] میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔اسی طرح مقاصد شریعت کی ایک تقسیم یقین و ظن کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے اور امت کے عمومی طبقہ یا خصوصی افراد کے اعتبار سے بھی۔

الغرض مقاصدِ شریعت کو مصدر ومنبع، یقین و ظن، انسانی ضرورت و حاجت، معاشرہ کے عمومی افراد سے متعلق ہونے یا نہ ہونے اور مکلفین سے تعلق کی وجہ سے مختلف اقسام میں منقسم کیا گیا۔ہر ایک اصولی اور علم مقاصدِ شریعت کے عالم نے اپنی تتبع اور جستجو کے اعتبار سے مقاصدِ شریعت کی اقسام پر روشنی ڈالی۔اقسام کی کثرت اور اس کی اصطلاحات کی وجہ سے اس علم کے مبتدی کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اُن پیچیدگیوں کا دور کرتے ہوئے ڈاکٹر جمال الدین عطیہ لکھتے ہیں:

"عموما مقاصد کی چھ قسمیں ذکر کی جاتی ہیں: ۱۔مقاصد خلق، ۲۔شریعت کے مقاصدِ عالیہ، ۳۔شریعت کے مقاصدِ کلیہ، ۴۔شریعت کے مقاصد خاصہ، ۵۔شریعت کے مقاصدِ جزئیہ، ۶۔بندوں سے متعلق شریعت کے مقاصد۔(بقول ڈاکٹر صاحب) میرے نزدیک بنیادی مقاصد صرف دو ہیں: ۱۔مقاصدِ خلق، ۲۔مقاصدِ شرع"[32]

انہوں نے مقاصد الخلق میں "مقاصدِ اصلیہ، مقاصدِ تبعیہ اور مقاصدِ المکلفین (بندوں سے متعلق شریعت کے مقاصد) کو شامل فرمایا اور مقاصدِ الشرع میں "مقاصدِ کلیہ، مقاصد الخاصہ (باقسام الشریعۃ وبالعلوم المختلفۃ) اور مقاصدِ جزئیہ (علل وحکم الاحکام الفرعیہ" کو شامل فرمایا ہے۔یعنی ان کے نزدیک بنیادی مقاصد صرف دو ہی ہیں، بقیہ تمام اقسام انہی میں شامل ہیں۔/انہی کے تحت آتی ہیں۔

تکافل کی مشروعیت اور اس کا فلسفہ:

تکافل کی مختلف تعریفات سے ثابت ہوتا ہے کہ "تکافل" کی بنیاد یا بنیادی فلسفہ امدادِ باہمی، تعاون اور تناصر ہے۔ معاشرے کے دیگر افراد کے دکھ درد میں شریک ہونا، ان کے ساتھ مؤدت ورحمت اور رحم دلی کا برتاؤ کرنا تکافل کی اصل ہے، اسی جذبہ خیر سگالی، دوسروں کے ساتھ تعاون اور آڑے وقت میں ان کے کام آنے کا شریعت مقدمہ سے نہ صرف ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کا حکم موجود ہے، آئندہ سطور میں ہم ان نصوص کا مطالعہ کریں گے۔

تکافل قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قرآن کریم کی متعدد آیات میں آپس میں تعاون کا درس ملتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "۳۳

(نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو)

اولاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا" ۳۴

(اور ڈرتے رہنا چاہیے ان لوگوں کو کہ اگر انہوں نے بھی چھوڑے ہوتے اپنے پیچھے ناتواں بچے تو ان کے بارے میں انہیں کیسے کیسے اندیشے ہوتے تو انہیں چاہیے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور سیدھی سیدھی (حق پر مبنی) بات کریں)

ان آیاتِ مبارکہ میں باہمی تعاون، معاشرتی ہمدردی سے متعلق واضح حکم موجود ہے اور دوسری آیت کریمہ میں دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنی کمزور اولاد کے تکفل کے بارے میں نہایت صراحت سے حکم دیا گیا اور اولاد کے حق میں تنبیہ کی گئی ہے۔ موجودہ تکافل کے نظام اس حق کی ادائیگی کا مکمل بندوبست موجود ہے۔

انسانیت کو خیر خواہی اور ہم آہنگی کے جذبات سے ہمکنار کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تلقین کرنا انبیاءؑ کے فرائض منصبی شامل ہیں، چنانچہ انبیاؑ، صلحا اور علما کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ یوسف کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"جس طرح انبیاء علیہم السلام اور علماءِ اُمت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کی آخرت درست کرنے کی فکر کریں، ان کو ایسے کاموں سے بچائیں جو آخرت میں عذاب بنیں گے، اسی طرح ان کو مسلمانوں کے معاشی حالات پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ وہ پریشان نہ ہوں، جیسے یوسفؑ نے اس موقع پر صرف تعبیرِ خواب بتا دینے کو کافی نہیں سمجھا، بلکہ حکیمانہ اور خیر خواہانہ مشورہ بھی دیا کہ پیداوار کے تمام گیہوں کو خوشوں کے اندر رہنے دیں اور بقدر ضرورت صاف کر کے غلہ نکالیں، تاکہ آخر سالوں تک خراب نہ ہو جائے۔"[35]

بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جب کسی علاقے یا کسی معاشرے میں ناجائز کاروبار کی کثرت ہو تو مفتی یا عالم کا صرف اتنا کام نہیں کہ وہ صرف یہ کہہ دے کہ فلاں کام ناجائز اور حرام ہے، بلکہ بحیثیت داعی مفتی اور عالم کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ اس کام کو ناجائز اور حرام کہنے کے بعد یہ بھی بتائے کہ اس کا متبادل حلال طریقہ کیا ہے۔ وہ متبادل قابل عمل بھی ہونا چاہیے اور شریعت کے احکام کے مطابق بھی۔

قرآن کریم کے علاوہ رحمت عالم ﷺ نے بھی اُمت کو ہمدردی، دکھ و درد کی گھڑی میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا حکم دیا اور معاشرتی تعاون اور باہمی امداد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَرَى المُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى»" ٣٦

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام مسلمانوں کو تو باہمی رحمت و محبت کے اعتبار سے ایک بدک کی طرح دیکھے گا، جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔)

مسلمانوں کی باہمی ہمدردی، ایک دوسرے کے دکھ درد کو شدت کے ساتھ محسوس کرنے اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے کو وہ آنحضرت ﷺ نے خوبصورت مثال سے سمجھایا، اور یہ عمدہ تمثیلات انبیاء کو قدرت سے بطور خاص عطاء ہوتی ہیں، اور یہی ہمدردی اور جذبہ خیر سگالی تکافل کی اصل ہے۔ خاندان کی کفالت، فکر معاش اور انہیں محتاجی سے بچانے کی جانب خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ--- إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ---"۳۷

(عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ اپنے والد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ کہ تم اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔۔۔)

اپنے اہل وعیال کے "تکفل" اور اُن کی معاشی فکر کے حوالہ سے یہ حدیثِ مبارکہ ایک اصولی نکتہ نظر سے بحث کرتی ہے۔

الغرض قرآن کریم اور احادیث مبارکہ ﷺ میں باہمی ہمدردی، ایک دوسرے کے مشکل حالات میں نصرت ومدد اور خاندان کے معاش کا اچھا انتظام کرنے اور معاشی فکر کو احسن وعمدہ قرار دیا ہے۔

مروجہ تکافل، مقاصدِ شریعت کی روشنی میں:

فقہاء مجتہدین عظام کے ہاں گویا "مقاصد شریعت" کا لفظ اپنے اندر ایک کلی وسعت لیے ہوئے ہے، اور یہ حضرات اس کا استعمال اس مقام اور اس مفہوم میں بھی کرتے ہیں، کہ اس مفہوم کو اس "مقاصد شریعت" کی فہرست پنج گانہ یا ہفت گانہ کے تحت شامل نہیں کیا جا سکتا، بایں تکلف اور بتاویل اس میں داخل کیا جا سکتا ہے، جسے ڈاکٹر بریش عبد القادر نے "تکافل" کو مقاصد شریعت میں باین معنی داخل فرمایا ہے کہ

"یہ تعاون علی البر ہے یا ایک عقد تبرع ہے، یا اس اعتبار سے کہ یہ معاشرہ کے دیگر افراد کی مشکلات وحوادثات میں اشتراک اور اسمیں سہم وشریک ہونا ہے، اور یہ چیزیں یقیناً "مقاصد شریعت" میں داخل ہیں، آپ غور فرمائیں کہ تعاون علی البر عقد تبرع اور دوسروں کے غم میں شریک ہونا یہ علامہ شاطبیؒ رحمہ اللہ کی بیان کردہ "مقاصد شریعت" کی فہرست میں داخل نہیں ہیں، لیکن اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ یہ "امور" شارع کا مقصد ہیں اور شارع نے جا بجا ان کی ترغیب دی ہے۔"[38]

اسی طرح شیخ مصطفی زرقاؒ نے "تثمیر المال" کو مقاصدِ شریعت میں شامل فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں: "کہ یقیناً اموال کا بڑھنا اور زیادہ ہونا، اور اموال کی گردش ارصرف پر کہ یہ شارع کے ہاں پسندیدہ ہے بلکہ شارع نے اس کا حکم دیا ہے کہ اموال گردش میں میں رہیں اور ان بندش نہ ہو جیسا کہ سورہ حشر میں ہے۔"[39]

محمد نجات اللہ صدیقی صاحب نے اپنی کتاب " مقاصد شریعت " میں اس مسئلہ پر گفتگو فرمائی کہ اگر یورپ میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اگر کوئی عورت مسلمان دونوں ہو جائے اور اس کا خاوند اسلام قبول نہ کرے تو دونوں میاں بیوی میں تفریق نہ کی جائے۔ اس مسئلہ کو فقہ المقاصد کی روشنی میں حل کرنے کے حوالہ سے بعض حضرات کی رائے نقل کی ہے، جس سے ہمارے مذکورہ بالا موقف کی تائید ہوتی ہے کہ فقہاء کرام اور بالخصوص معاصر اور اس عہد کے فقہاء کرام مقاصد شریعت کا وسیع تر "مفہوم" مراد لیتے ہیں، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"المجلس الاوروبي للافتاء والبحوث" کے ایک رکن نے بھی جو امریکہ میں مقیم ہیں، اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے، جس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے، بعض اقتباسات ذیل میں درج ہیں:

- "فقہ المقاصد کی ہی روشنی میں یہ مسئلہ بھی حل کیا جانا چاہیے کہ اگر بیوی مسلمان ہو جائے اور اس کے شوہر نے اسلام قبول نہ کیا ہو تو کیا دونوں کے درمیان تفریق کرا دی جائے گی۔؟[40]
- فکری مقاصد کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان عورت بچایا جائے اور ایسی عورتیں امریکی معاشرہ میں لاتعداد ہیں، اگر آپ یہ کہیں گے کہ اگر تم اسلام قبول کرو گی تو تمہیں شوہر کو چھوڑنا پڑے گا، اولاد کو چھوڑنا پڑے تو اس کا کوئی شوہر نہ ہوگا، کوئی اس کے اخراجات پورے کرنا والا نہ ہوگا، اب وہ اس سلسلہ میں اور اپنے بال بچوں کے سلسلہ میں کیا راستہ اختیار کرے گی؟
- بیشتر عورتیں یا تو اسلام قبول کر کے مرتد ہو جائیں گی یا اسلام قبول ہی نہیں کریں گی۔۔۔ ہم اس فتوی کے ذریعہ بندگان خدا کو اللہ کے دین سے روکنے والے ہوں گے۔[41]

تکافل اور مقاصدِ شریعت (عملی تطبیق)

باہمی تعاون اور مال کا نمو، تکافل اور مقاصدِ شریعت:

مصائب اور مشکل حالات میں لوگوں کی اخلاقی اور مالی امداد کا درس ہمیں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ملتا ہے، نیز غریب طبقہ کی مالی معاونت کے لیے زکوۃ، عشر اور صدقہ فطر کو ضروری قرار دیا گیا، اسی طرح تکافل میں بھی انسانیت کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے مدد کا عنصر کا شامل ہے، چنانچہ تامین تکافل میں مقاصدِ شریعت کی حیثیت کی تفصیل محمد لطفی احمد نے "نظریۃ التامین" میں بیان کی[42]، اُس پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر بریش عبد القادر لکھتے ہیں:

"مزايا التامين التكافلي: يوفر نظام التامين التكافلي جملة من المزايا هي: تطبيق مبدأ التكافل الاجتماعي، الذي يعد من المقاصد الشرعية، باعتباره عقداً من عقود التبرع التي يقصد بها أصالة التعاون على تفتيت الأخطار--- لقوله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الأثم والعدوان.٤٣"٤٤

(تامین تکافلی کی خوبیاں: تامین تکافلی کے نظام میں کچھ خوبیاں بھرپور طریقے سے پائی جاتی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

"تکافل اجتماعی" جو مقاصد شریعت میں سے شمار ہوتا ہے اس کے عقود تبرع میں سے ایک عقد ہونے کے اعتبار سے اسکی ابتدائی تطبیق یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے مصائب کے وقت مختلف اشخاص کا، کچھ نقد رقم ادا کرنے کی ذمہ داری کو برداشت کرنے میں شرکت اور خطرات کو ختم کرنے پر اصالۃ تعاون کا ارادہ کیا جاتا ہے۔۔۔تامین تعارفی کا ہدف اجتماعی طور ر مصائب کا مقابلہ اور خطرات کو کم کرنے پر تعاون کرنا ہے۔۔۔)

یعنی جس طرح سیلاب اور زلزلہ وغیرہ کے حالات میں اِن مشکلات کا سامنے کرنے والوں کی عطیات اور ہدایہ کے ذریعے مالی معاونت کی جاتی ہے، اسی طرح تکافل میں بھی مختلف اشخاص نقد رقم جمع کر کے مصائب اور خطرات کو کم کرنے میں معاون بنتے ہیں، تامین کی مقاصدِ شریعت کی جہت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر مصطفی زرقاء رقم طراز ہیں:

"وسوف نركز على هذه النطة في الدراسة ، فإن التأمين، باعتبار فكرة ونظاما: يقوم على التعاون والتضامن، وذلك يجعله محققا لمقاصد الشريعة، متفقاً مع غاياتها " [٤٥]

(اس مطالعہ میں ہم اپنی توجہ اس نقطہ پر مرکوز رکھیں گے کہ تامین ایک فکر اور نظام کے اعتبار سے باہمی تعاون اور باہمی ضمانت پر قائم ہے، اور یہی باہمی تعاون مقاصد شریعت کو ثابت کرنے کا باعث بنتا ہے جو مقاصد شریعت کے اہداف اور اغراض کے ساتھ متفق ہے لیکن شریعت اسلامیہ نے جب تعاون کو غرض مطلوب قرار دیا تو شریعت نے وہ رستے بھی بتلائے جن کے ذریعہ سے یہ تعاون اور باہمی ضمانت کا ثبوت ہو سکے اور اسے خواہشات انسانی پر نہیں چھوڑ دیا۔۔)

یعنی مال کا کمانا اور مال کی زیادتی اور مال کی انوسٹمنٹ کرنا مقصد شریعت ہے، یہ جائز مقصد ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ شریعت کے بیان کردہ وسائل کے مطابق ہو، پھر جو چیز اصول استدلال سے متفق نہ ہو، تو اس سے کسی فائدہ کا جواز کا اس دلیل کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی تبادلہ اموال کا ایک طریقہ ہے۔ بعد ازاں ڈاکٹر مصطفی زرقاء نے تامین کے شرعی مقاصد کی جہت پر مزید روشنی ڈالی۔ جس میں تامین تکافل کی اسی حیثیت کو واضح کیا ہے کہ تکافل کا مبنی چونکہ تعاون و تناصر پر ہے اور اسلامی معاشرہ کا یہ جوہر یقیناً مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہے اسی طرح اسلام کی بنیادی معاشی تعلیمات کا ایک اہم درس استثمار اور انوسٹمنٹ ہے تاکہ معاشی سرگرمیاں بحال رہیں اور دولت بھی گردش میں رہے اور گرم بازاری رہے۔ یہ بھی مقاصد شریعت میں سے ہے۔

جلب منفعت و دفع مضرت، تکافل اور مقاصدِ شریعت:

جیسا کہ ہم نے ابتداء میں واضح کیا کہ مقاصد شریعت کا حاصل عدل کا قیام ہے اور عدل کا قیام مقاصد شریعت یعنی کلیات خمسہ کے تحفظ سے ممکن ہے، اور مقاصد شریعت کے خلاصہ کے طور پر ہم نے ذکر کیا کہ مقاصدِ شریعت کا حاصل جلب المنافع للعباد، درء المفاسد عن العباد (بندوں کو فائدہ پہنچانا اور اُن سے مضرات کو دور کرنا) ہے۔ یہاں بیمہ اور تامین کے مصالح ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مقاصد شریعت کا یہ پہلو بھی واضح ہو جائے۔

i۔ بیمہ املاک کے مصالح:

PROPERTY INSURANCEاس سے مراد مختلف اقسام کی املاک مثلاً عمار، کارخانہ، ،موٹر، جہاز وغیرہ ہر چیز کے بیمہ کا اب رواج ہو گیا ہے۔اس کی بھی وہی صورت ہوتی ہے یعنی بیمہ دار ایک معینہ مدت کے لئے ای، رقم بالا قساط ادا کرتا ہے اور بیمہ کمپنی ایک معینہ مدت کے بعد اسے وہ رقم مع کچھ زائد رقم کے واپس کرتی ہے اور اگر کسی حادثہ کی وجہ سے بیمہ شدہ املاک تلف ہو جائے مثلاً کارخانے میں اچانک آگ لگ جائے یا جہاز غرق ہو جائے یا موٹر کسی حادثہ میں تباہ ہو جائے تو بیمہ کمپنی اس نقصان کی تلافی کرتی ہے اور اصل رقم کے ساتھ کچھ مزید رقم زیادہ شرح فیصد کے حساب سے بیمہ کرانے والے کو دیتی ہے۔

ii۔بیمۂ ذمہ داریوں کے مصالح:

SERVICES INSURANCEاس میں بچہ کی تعلیم ، شادی وغیرہ کا بیمہ ہوتا ہے اور بیمہ کمپنی ان کاموں کی ذمہ دار ہوتی ہے۔رقم وغیرہ کی ادائیگی اور وصولی وہی ہوتی ہیں جو کہ پہلے بیان کی گئیں۔

بیمہ کرانے والے کو ایک مقررہ رقم بصورت اقساط بیمہ کمپنی کو ادا کرنی پڑتی ہے، لیکن اگر چند ماہ (حسب قواعد و شرائط) اقساط ادا کرنے کے بعد بیمہ دار رقم کی ادائیگی بند کر دے تو اس کی ادا کی ہوئی رقم سوخت ہو جاتی ہے اور واپس نہیں ملتی۔ لیکن اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے درمیان کی بقایا اقساط ادا کر کے حسب سابق اقساط جاری کرائے، بقایا اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی بعض قواعد کے ماتحت اقساط کا سلسلہ دوبارہ جاری ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ سلسلہ منقطع کر کے جمع شدہ رقم واپس لینا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا۔

دنیاوی نقطہ نظر سے بیمہ پالیسی خریدنے میں کیا مصلحتیں ہیں اور کیا مفاسد ہیں؟ ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔
تاکہ اہل علم حضرات ان پر نظر فرما کر فیصلہ کر سکیں۔اس لئے یہاں صرف انہی دنیاوی مصالح، وفاسد کا تذکرہ ہے جو فی نفسہ کسی نہ کسی درجہ میں شرعاً بھی معتد بہ ہیں۔جو مصالح و مفاسد شرعاً غیر معتد بہ ہیں ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔

- مثلاً اسی دنیاوی مصلحت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا ہے کہ اس طرح خریدار کو سود ملتا ہے اور اس کی اصل رقم میں بغیر محنت اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ یہ مصلحت شرعاً غیر معتد بہ ہے بلکہ مصلحت کے بجائے مفسدہ ہے اس طرح سے اس مفسدہ کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے کہ قلیل آمدنی والے افراد جب پالیسی خریدنے کے لئے کچھ رقم پس انداز کریں گے تو تحسینیات میں کمی کرنے پر مجبور ہوں گے اور بعض جائز لذتوں سے محروم رہیں گے اس لئے کہ یہ شرعاً مفسدہ معتد بہ ہے۔

جب کہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر بعض بنیادی باتوں، شرائط، مثلاً

- زندگی کا بیمہ پس اندازی کی ترغیب اور پس ماندگان کو مالی پریشانی سے بچانے کے لئے ہوتا ہے۔
- ہر اس شخص کی زندگی کا بیمہ کرایا جاسکتا ہے جس سے قابل بیمہ مفاد INSURABLEINTEREST متعلق ہو خواہ اس کی موت سے مالی نقصان برداشت کرنا پڑے یا

نہ برداشت کرنا پڑے۔ مثلاً بوڑھا باپ جوان بیٹے کا قرض خواہ مقروض کا۔ شوہر بیوی کا اور محب اپنی محبوبہ کا بیمہ کرا سکتا ہے۔[46]

- بیمہ نیا عقد ہے کسی نص میں نہ اس کا ذکر ہے اور نہ اس کی ممانعت ہے ایسی صورت میں جواز واباحت ہے۔
- بیمہ ایسا عقد ہے جس میں بہت سے مصالح ہیں اور نقصان کوئی بھی نہیں ہے۔
- بیمہ عرف عام بن گیا ہے جس سے عمومی و شخصی مصلحتیں وابستہ ہیں اور عرف خود اس کے جواز کی دلیل ہے۔
- حاجت وضرورت بیمہ کے جواز کی مقتضی ہے۔
- بیمہ میں وعدہ سے زیادہ التزام پایا جاتا ہے جب کہ وعدہ پورا کرنا مالکی فقہاء کے نزدیک لازم ہے۔

اور دلائل کی وجہ سے استاذ علی خفیف نے بیمہ زندگی سے تجاہل کو ناممکن قرار دیا ہے۔ البتہ اس موضوع پر مولانا محمد تقی امینی صاحبؒ نے " **أن هذا التأمين جائز شرعاً**" [47](بیمہ شرعاً جائز ہے) کی ذیل میں نہایت عمدہ گفتگو فرمائی ہے۔[48]

مصالح عامہ، تکافل اور مقاصدِ شریعت:

مصالح مرسلہ، استحسان یا اجتہاد استصلاحی کا مفہوم، مقاصد شریعت کے مفہوم کے قریب قریب ہے، اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ان کا توسیعی مفہوم اور مقاصد شریعت ایک ہی ہیں۔ اب اس عنوان کے تحت ہم اسی کو بیان کریں گے۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی رقمطراز ہیں:

"(اسلام کا نظامِ تکافل بیان کرتا ہے، کہ) اللہ سبحانہ نے انسان کو پیدا فرما کر اور اسے زندگی عطا فرما کر اس کو بھوک کی وادیوں میں نہیں چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ زمین کی تہوں میں اس کی سطح پر، ہواوں میں، پانی میں اور دھوپ میں اس کی غذا کے ہزاروں طرح کے سامان فراہم کر دیئے ہیں۔۔۔ اس دستر خوان سے مستفید ہونے کا فطری طریقہ جائز عمل ہی ہے۔ جب انسانوں کو یہ طبعی دائرہ عمل میسر ہو تو بہت ہی عمدہ اور خوب ہے۔ لیکن بڑھاپے، یتیمی یا بیوگی کی بنا پر یہ صورت ممکن نہ ہو پھر کیا کیا جائے۔"[49]

تکافل میں جہاں انسانی ضروریات کو پورا کرنے کی سعی کی جاتی ہے، وہیں مصالح میں قوانین کے ذریعہ منفعت وفوائد کے حصول کے ذرائع میں وسعت دینا اور ثمرات کے حصول میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا اور اُن کے مفاسد سے بچانا مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ " عام اصول و قواعد کے تحت مصالح حاصل کرنے اور مفاسد دور کرنے کے لئے احکام و قوانین وضع کرنے یا موجودہ احکام و قوانین کا موقع و محل متعین کرنے کی بکثرت مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں پائی جاتی ہیں۔ جن کے بارے میں محققین کا فیصلہ ہے کہ وہ مصلحت مرسلہ کے تحت ہیں۔"[50]

اِن مصالح کی افادیت اور کام لینے کی زیادہ ضرورت معاشرتی فلاح وبہود میں ہے کہ وقت وحالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِن سے رہنمائی حاصل کی جاسکے، جیسے مولانا محمد تقی امینی فرماتے ہیں:

"مصالح مرسلہ سے کام لینے کی زیادہ ضرورت اس شعبہ میں ہوتی ہے جس کا تعلق عمومی حیثیت سے معاشرہ کی فلاح و بہبود سے ہے مثلاً جدید تقاضہ کے مطابق قوانین بنانا موقع و محل کے لحاظ سے ان کے نفاذ کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کرنا اور سزائیں مقرر کرنا وغیرہ"[51]

باہمی، سماجی و معاشرتی تکفل اور مقاصدِ شریعت:

لفظ "تکافل" اپنی معنویت کے اعتبار سے ہی باہمی معاشرتی خبر گیری، ایک دوسرے کی دیکھ بھال اور معاشرے کے ایک افراد کا خیال رکھنے کی طرف غماز ہے۔ اور یہ چیز عین شریعت اور مقصد شریعت ہے ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ اسلامی شریعت، خصائص، مقاصد اور حکمت کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"اگر یہ چاروں اصول مان لیے جائیں تو شریعت کی حکمت تشریع کا پانچواں اصول بھی ماننا پڑے گا اور وہ یہ کہ میں انسانوں کا کفیل ہوں۔ دوسرے انسان میرے کفیل ہیں۔ یہ تصور کہ ہر انسان اپنی ذات میں مگن ہو، اس کو دوسرے انسانوں کی فلاح و بہبود سے غرض نہ ہو، یہ جدید مغربی تصور تو ہو سکتا ہے، یہ اسلامی تصور نہیں ہے۔ اسلام میں انسانوں کو انسانوں سے اس طرح جوڑا گیا ہے (اس لیے ضروری ہے کہ) ہر شخص اس دوطرفہ کفالت میں شریک ہے، وہ دوسروں کے معاملات "اور مسائل کا کفیل ہے۔ دوسرے اس کے معاملات اور ذمہ داریوں کے کفیل ہیں"[52]

یعنی اسلام جہاں ہر فرد کے حقوق کا خیال رکھتا ہے وہیں معاشرتی، اخلاق و معاملاتی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کرتا ہے، چنانچہ ذیل اسلام کے اسی نظام کفالت کی خصوصیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

دور حاضر کے چیلنجز، تکافل اور مقاصدِ شریعت:

کلیات خمسہ کا تحفظ شریعت کے مقاصد ہیں اور مروجہ تکافل میں ان پانچ کلیات میں سے چار کا تحفظ ہو جاتا ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ، تحفظ جان، تحفظ مال اور تحفظ اولاد اور نسل بلا واسطہ ہے کہ تکافل کی پالیسی کے بنیادی مقاصد میں یہ چیزیں شامل ہیں، اور ان تین کے تحفظ کے ذریعہ سے تحفظ دین بھی ہو جاتا ہے۔

شیخ نجات اللہ صدیقی نے دور حاضر کے چیلنجز کے لحاظ سے ان میں مزید سات اشیاء کا اضافہ کیا مذکورہ عنوان کے تحت مقاصد شریعت کی فہرست میں جن سات اشیاء کا اضافہ کیا ہے ان میں سے ۴، ۵، ۱۳ اور ۷ کا تو براہ راست تکافل سے تعلق ہے جیسا کہ ان چار چیزوں کے عنوان اور تکافل کی سابقہ تعریفات سے بالکل ظاہر ہے باقی تین چیزیں کسی درجہ میں تکافل کے تحت داخل ہو سکتی ہیں، یا ان چار چیزوں کے واسطہ سے تکافل سے متعلق ہو سکتی ہیں، شیخ نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

"ہمارے خیال میں گلوبلائزیشن کے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے میں مقاصد شریعت کی فہرست میں ان چیزوں کے اضافہ سے مدد ملے گی جن کی مقصودیت کو کتاب وسنت کی سند تو حاصل ہے مگر اب سے پہلے ان کو زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ جن مقاصد کو ابھار کر پیش کرنا مناسب ہوگا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ انسانی عزو شرف　　۲۔ بنیادی آزادیاں　　۳۔ عدل و انصاف

۴۔ ازالہ غربت اور کفالت عامہ ۵۔ امن وامان اور نظم ونسق

۶۔ سماجی مساوات اور دولت وآمدنی کی تقسیم میں پائی جانے والی ناہمواری کو بڑھنے سے روکنا

۷۔ بین الاقوامی سطح پر باہم تعامل اور تعاون"[53]

دنیوی مصالح کو خصوصی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انہی کی وجہ سے ہی مذہب کی حفاظت وبقا ہے اور دین کی ترویج وتبلیغ اور اقامت دین کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے، چنانچہ اسی جانب توجہ دلاتے ہوئے شیخ عزالدین بن عبدالسلام لکھتے ہیں:

"واعلم ان مصالح الاخرة لا تتم بمعظم مصالح الدنيا كالماكل والمشارب والمناكح وكثير من المنافع"[٥٤]

(یاد رکھو کہ آخرت کے مصالح اس وقت تک ورے نہیں ہو سکتے، جب تک کہ دنیا کے اہم مصالح کا لحاظ نہ کیا جائے جیسے کھانا پینا شادی بیاہ اور دیگر بہت سے مصالح کا حصول۔)

دور حاضر میں شریعت کے مصالح اور فوائد کا حصول، طبقاتی فرق وکشمکش، مذہبی ولسانی گروہ بندیوں کا خاتمہ، لاقانیت کا سد باب اور معاشی نظام کی بے اعتدالیوں کو دور کرنے اور اسلامی اجتماعیت کا تصور پیدا کرنے کے لیے آپ ﷺ کے فرمانِ مبارک کے مطابق مسلمانوں کا ایک جسد کی مانند متحد ومتفق ہونا ضروری ہے۔ موجودہ دور کے چیلنجز اور تقاضوں پر بحث کرتے ہوئے مولانا محمد تقی امینیؒ لکھتے ہیں: "موجودہ دور میں مسلم ممالک جن حالات سے دوچار ہیں اور طبقاتی کشمکش کی جس منزل پر پہنچے ہوئے ہیں ان میں اگر مذہبی پلیٹ فارم سے انفرادی ملکیت کی آڑ میں سرمایہ داری وجاگیرداری نظام کی تائید وتبلیغ کی جاتی رہی تو لازمی طور سے وہ اشتراکیت کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوں گے جیسا کہ بعض ممالک میں ردعمل کے طور رسب کچھ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں میں اگر لامذہبیت کے دھارے کو روکنا اور مذہبی مقاصد کو تقویت پہنچانا ہے تو اسلامی اجتماعیت کی تبلیغ کرنی ہوگی، اور بدلے ہوئے حالات کے مطابق اجتماعی تنظیم وتقسیم کا نظم قائم کرنا پڑے گا۔"[55]

اِن تقاضوں اور ضرورتوں کو مد نظر نہ رکھنے کی صورت میں جہاں مسلمانوں کی یگانگت، باہمی موافقت کا شیرازہ ریزہ ریزہ ہوگا، وہیں معاشی نظام کے بگاڑ کی وجہ سے جو نقصان ہوگا، اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ دور حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو متحد ومتفق ہونا چاہیے، اور ہر خوشی وغمی میں مصلحت کو بروئے کار لانے اور مضرت کو دور کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ دینا چاہیے، اور اسلامی معاشرہ کے تمام افراد معاشرہ کا وزن اٹھانے والے ہوں۔ اور فوائد بھی تمام معاشرے میں منقسم ہو جاتے ہوں اور یہ مفہوم اس وقت تک بروئے کار نہیں آسکتا، جب تک ایسا قومی احساس موجود نہ ہو جو معاشرے کے تمام افراد کو باہمی الفت ومحبت اور ضمیر کی یگانگت میں نہ پرودے اور ہر شخص دوسرے کی سہولت اور مشترک مقصد حیات کے لئے متحرک نہ ہو۔ مروجہ تکافل میں بھی اسی بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

خلاصہ:

- شریعت کے مقاصد سے مراد احکام الہٰی کے وہ اسرار ورموز اور حکمتوں ہیں، جنہیں شارع نے تمام احوال یا اکثر احوال ملحوظ رکھا۔
- شریعت کوئی بھی حکم حکمت، معانی اور فوائد و ثمرات سے خالی نہیں۔
- مجتہد پر شرعی احکام کے مقاصد اور حقائق پر دسترس کو لازم قرار دیا گیا اور اسے اجتہاد کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔
- فقہائے کرام پر ضروری ہے کہ مقاصد شریعت کی روشنی میں ہی نئے معاشرتی وسماجی، معاشی ومعاملاتی، طبّی واخلاقی اور سیاسی مسائل کا حل تلاش کریں۔
- شریعت کے مقاصد کے علم سے بنیادی طور پر دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور یہ نقصانات اور فسادات کو دور کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔
- مقاصدِ شریعت کے علم سے ایمان کامل ہوتا ہے اور احکام الٰہیہ پر یقین مستحکم ہوتا ہے۔ یہ اطمینان قلبی کا ذریعہ اور گمراہ کن نظریات سے بچنے کا ذریعہ اور ظلمت وتاریکی کو دور کا سبب بنتا ہے۔
- مصدر ومنبع، یقین وظن، انسانی ضرورت وحاجت، معاشرہ کے عمومی افراد سے متعلق ہونے یا نہ ہونے اور مکلفین سے تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقاصدِ شریعت کی علما واصولین نے متعدد اقسام بیان کی۔ جیسے مقاصد اخرویہ، دنیویہ، ضروریات، حاجیات، مستحسنیات وغیرہ۔
- مروجہ تکافل کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے، جس کا بنیادی مقصد معاشرہ کے افراد کے دکھ درد میں شریک ہونا، ان کے ساتھ مؤدت ورحمت اور رحم دلی کا برتاؤ کرنا ہے، نیز اس کا مقصد کوئی کاروبار نہیں، بلکہ یہ تعاون علی البر والتقوی کی بنیاد پر قائم ہے۔
- اسلام واحد ایسا مذہب ہے، جس نے کفالت کا ایسا جامع نظام انسانیت کو دیا ہے، جو بلا کسی تفریق وامتیاز کے معاشرہ کے نادار افراد کی مشکلات کو دور کرتا ہے، جیسے زکوٰۃ، عشر، صدقات، ہبہ وغیرہ کا نظام۔
- دورِ جدید کے اسلامی مروجہ نظام تکافل میں بھی انسانیت کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے مدد کا عنصر کا شامل ہے، جو کہ عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے اور اُن سے مضمرات کو دور کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔
- یہ نظام باہمی معاشرتی خبر گیری، ایک دوسرے کی دیکھ بھال اور معاشرہ کے افراد کا خیال رکھنے کی طرف غماز ہے، جو کہ عین شریعت اور مقصد شریعت ہے۔

موجودہ تکافل کا نظام اسی وقت شریعت کے عین مطابق ہو سکتا ہے، جب دیگر شرائط کے ساتھ اس سسٹم کو چلانے کے لیے اور فنڈنگ کے معاملات کو دیکھنے کے لیے شرعی نگران کمیٹی کے تحت ہو۔ یہ کمیٹی سرمایہ کاری، جس کاروبار میں ہو رہی ہے، وہ شرعاً جائز اور حلال بھی ہے یا نہیں، کے معاملات کی دیکھ بھال کرے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 ۔ سورۃ النحل ۱٦: ۸۹

2 ۔ الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، دار ابن کثیر، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۴ھ، ۳/۲۲۴

3 ۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۴ھ، ۳/۳۵۳۔۳۵۴

4 ۔ احمد الریسونی، الدکتور، مدخل الی مقاصد الشریعۃ، دار الکلمۃ للنشر والتوزیع، القاھرۃ، الطبعۃ ۲۰۱۰ء، ص ۷

5 ۔ عبد الرحمن، طہ، الدکتور، تجدید المنہج فی تقویم التراث، الدار البیضاء، القاھرۃ، الطبعۃ ۱۹۹۴ء، ص ۹۸

6 ۔ الجوھری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، دار العلم للملایین، بیروت، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء، ۳/۱۲۳٦؛ یہی وضاحت ''ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد نے کتاب العین'' میں ۱/۲۵۳ پر اور الازھری نے ''تہذیب اللغۃ'' میں ۱/۲۷۲ میں ذکر کی ہے۔

7 ۔ ابن الاثیر، المبارک بن محمد بن محمد، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۳۹۹ھ، ۲/۴٦۰

8 ۔ الراغب الاصفہانی، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ، ص ۴۵۰

9 ۔ الخادمی، نور الدین بن مختار، علم المقاصد الشرعیۃ، مکتبۃ العبیکان، الریاض، الطبعۃ الاولی ۲۰۰۱ء، ص ۱۵

10 ۔ ابن عاشور، محمد الطاھر بن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، دار الکتب اللبنانی، بیروت، الطبعۃ ۲۰۱۱ء، ص ۸۲

11 ۔ الفاسی، الاستاذ علال، مقاصد الشریعۃ ومکارمھا، الدار البیضاء، بیروت، الطبعۃ ۱۹۸۳ء، ص ۷

12 ۔ احمد الریسونی، الدکتور، مدخل الی مقاصد الشریعۃ، ص ۹

13 ۔ تونسوی، مدثر جمال، علم مقاصد شریعت: تعارف اور جائزہ، ماہنامہ دار العلوم، دیوبند، انڈیا، محرم الحرام ۱۴۳۸ھ۔ اکتوبر ۲۰۱٦ء، ش ۱۰، ج ۱۰۰

Ahmad, Shakil. "مقاصد شریعت اور اس کی بنیاد پر اجتہاد: ایک تحقیقی جائزہ: Concitation on the basis of Maqasid Shari'ah: A Research Survey." Al-Duhaa 1, no. 02 (2020): 197-216.

14 ۔ محمد الزحیلی، مقاصد الشریعۃ، ص ۳۰۹۔۳۱۲

15 ۔ سورۃ الذاریات ۵۱: ۵٦

16 ۔ دریابادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی، لاہور، ن م، ص ۱۰۴۰، ف ۳۳

17 ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محمد البدوی، یوسف احمد، الدکتور، مقاصد الشریعۃ عند ابن تیمیۃ، دار النفائس للنشر والتوزیع، الاردن، ن م، ص ۱۰۴۔۱۰۵

18 ۔ تقی الدین السبکی، علی بن عبد الکافی، الابھاج فی شرح المنھاج، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱٦ھ۔۱۹۹۵ء، ۱/۸

19 ۔ محمد البدوی، یوسف احمد، الدکتور، مقاصد الشریعۃ عند ابن تیمیۃ، ص ۱۱۰-۱۱۱

20 ۔ الشاطبیؒ، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار ابن عفان، بیروت، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء، ۴۱/۵

21 ۔ الشاطبیؒ، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار ابن عفان، بیروت، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء، ۸/۲

22 ۔ محمد البدوی، یوسف احمد، الدکتور، مقاصد الشریعۃ عند ابن تیمیۃ، ص ۱۲۳

23 ۔ الاسنوی، عبدالرحیم بن الحسین، نہایۃ السول شرح منہاج الوصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹ء، ص ۳۲۶

24 ۔ الشنقیطی، احمد بن محمود، الوصف المناسب لشرح الحکم، عمادۃ البحث العلمی، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۵ھ، ص ۱۹۳-۱۹۴

25 ۔ الغزالی، محمد بن محمد، المستصفی، محقق، محمد عبدالسلام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳ء، ص ۱۷۴

26 ۔ الشاطبیؒ، الموافقات، ۲۱/۲

27 ۔ الآمدی، علی بن ابی علی، ابوالحسن، الاحکام فی اصول الاحکام، المکتب الاسلامی، بیروت، ن م، ۲۷۵/۳

28 ۔ خاکوانی، محمد باقر، اسلامی اصول فقہ، ادبیات، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۴۴۳

29 ۔ احمد الریسونی، مدخل الی مقاصد الشریعۃ، ص ۱۳

30 ۔ الخادمی، نورالدین بن مختار، علم مقاصد الشرعیۃ، مکتبہ العبیکان، القاہرۃ، ن م، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱ء، ص ۴۷

31 ۔ النجار، عبدالمجید، الدکتور، مقاصد الشریعۃ بابعاد جدیدۃ، دار الغرب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۸ء، ص ۳۸

32 ۔ جمال الدین عطیہ، الدکتور، نحو تفعیل مقاصد الشریعۃ، دار الفکر، دمشق، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۲ھ، ص ۱۰۹

33 ۔ سورۃ المائدۃ ۰۵: ۰۲

34 ۔ سورۃ النساء ۰۴: ۰۹

35 ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۲۰۱۲ء، ۲۸/۵

36 ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وأیامہ، دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ۱۰/۸، رقم ۶۰۱۱

37 ۔ ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱ء، ۸۳/۳، رقم ۱۴۸۸؛ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ن م، ۱۲۵۰/۳، رقم ۱۶۲۸

38 ۔

39 ۔ زرقاء، مصطفی احمد، مقالہ بعنوان: نظام التامین وموقعہ فی المیدان الاقتصادی والشریعۃ الاسلامیۃ، بحوث مختارہ من المؤتمر العالمی للاقتصاد العالمی، المرکز لابحاث الاقتصاد الاسلامی، قطر، ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء، ص ۴۱۶

40 ۔ صدیقی، محمد نجات اللہ، مقاصدِ شریعت، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۴۵

41 ۔ صدیقی، محمد نجات اللہ، مقاصدِ شریعت، ص۴۹

42 ۔ احمد، محمد لطفی احمد، نظریہ التامین المشکلات العملیۃ والحلول الاسلامیۃ،

43 ۔ سورۃ المائدۃ۰۵: ۰۲

44 ۔ بریش عبدالقادر، الدکتور، التحدیات التی تواجہ صناعۃ التامین ا لتکافی الاسلامی، جامعہ الشلف، ۲۰۱۱ء، ص" .Ahmad, Shakil مقاصدشریعت اوراس کی بنیادپر اجتہاد: ایک تحقیقی جائزہ Concitation on the basis of Maqasid Shari'ah: A Research : Survey." Al-Duhaa 1, no. 02 (2020): 197-216.

45 ۔ زرقاء، مصطفی احمد، مقالہ بعنوان: نظام التامین وموقعہ فی المیدان الاقتصادی والشریعۃ الاسلامیۃ، ص۴۱۶

46 ۔ امینی، محمد تقی، اسلام اور جدید دور کے مسائل، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۸ء، ص ۱۸۲

47 ۔ الدسوقی، محمد السید، التامین وموقف الشریعۃ الاسلامیۃ منہ، المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیۃ، القاہرۃ، ۱۹۶۸ء، ص۱۱۶

48 ۔ امینی، محمد تقی، اسلام اور جدید دور کے مسائل، ص۲۱۷

49 ۔ صدیقی، ساجد الرحمن، ڈاکٹر، اسلام اور دولت وثروت، دارالاشاعت، کراچی، ن م، ص۲۳۷۔۲۴۰

50 ۔ امینی، محمد تقی، اجتہاد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ن م، ص۲۰۳۔۲۰۴

51 ۔ امینی، محمد تقی، مولانا، فقہ اسلامی کی تاریخ اور اصول فقہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ن م، ص۱۹۸

52 ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل ناشران وتاجران، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۷۔۷۳

53 ۔ صدیقی، محمد نجات اللہ، مقاصدِ شریعت، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱

54 ۔ عزالدین بن عبدالسلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، القاھرۃ، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۱ء، ۲/۷۷

55 ۔ امینی، محمد تقی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۴۵۔۴۶